لوی حیدرآباد د

۵ۓ سندھی ادب کی مختصر تاریخ مولفہ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی، اردو ترجمہ حافظ خیر محمد اوحدی (ص ۲۹۱) مطبوعہ انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی، سندھ یونیورسٹی جامشورو، راقم ادارہ مذکور کے ڈائرکٹر جناب عبدالقادر جونیجو کا بطور خاص ممنون ہے جن کی نوازش سے اس کتاب کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔

۶ۓ ڈاکٹر نجم الاسلام صدر شعبۂ اردو جامعہ سندھ نے شاہ کریم اور قاضی قاضن کے تمام ابیات کا اردو میں منظوم و منثور ترجمہ کیا ہے۔ یہ ترجمہ کتابی صورت میں "ابیات شاہ کریمؒ" کے نام سے انسٹی ٹیوٹ آف سندھالوجی سندھ یونیورسٹی کے تحت ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء میں منظر عام پر آچکا ہے۔ اس کتاب میں ڈاکٹر نجم الاسلام نے شاہ کریم اور قاضی قاضن کے بارے میں جو معلومات فراہم کی ہیں ان کے مطالعہ سے ان دونوں بزرگانِ سندھ کے علمی و ادبی مقام و مرتبہ کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ نیز ان کے عارفانہ و مفکرانہ افکار و معارف کے اسرار و رموز کو سمجھنے میں مدد بھی ملتی ہے۔

۷ۓ سندھی ادب کی مختصر تاریخ، عبدالمجید سندھی ص ۹۱-۹۴۔

۸ۓ مقدمہ (فارسی) علامہ غلام مصطفےٰ قاسمی ص ۲۸، مشمولہ القرآن الحکیم فارسی ترجمہ حضرت مخدوم نوح سرور ہالائی مطبوعہ، سندھی ادبی بورڈ جام شورو ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۹ۓ سندھی ادب کی مختصر تاریخ، عبدالمجید سندھی ص ۱۴۹، ۱۵۰۔

۱۰ۓ سندھ کا فارسی ادب مشمولہ مقالات اختر (ص-۴۰) از قاضی اختر میاں جوناگڑھی شائع کردہ ترقی اردو بورڈ کراچی ۱۹۷۲ء۔

۱۱ۓ علامہ داؤد پوتہ کا سنِ ولادت ۱۸۹۶ء اور ڈاکٹر ابراہیم شیخ خلیل کا سن پیدائش ۱۹۰۰ء ہے اس طرح ڈاکٹر خلیل علامہ سے صرف چار سال چھوٹے تھے۔ لیکن ان دونوں کے دوستانہ مراسم تھے۔ ڈاکٹر صاحب علامہ کے اخلاق و کردار، خدمات و کمالات کا بڑی عقیدت و احترام سے ذکر کیا کرتے تھے۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی بزرگانہ شفقت تھی کہ راقم کو ان سے دورانِ گفتگو نہ صرف علامہ کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہوئیں بلکہ ڈاکٹر صاحب کے وسیع کتب خانہ واقع خلیل بلڈنگ لطیف آباد نمبر ۲ حیدرآباد میں علامہ داؤد پوتہ کی بیشتر کتب،

مقالات و نگارشات سے مستفید ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا ۔

دیگر حوالہ جات

سندھی

۱۔ سہ ماہی مہران (مدیران شمس العلماء داؤد پوتہ سید حسام الدین راشدی، نائب مدیر شمشیر الحیدری) سوانح نمبر ۱۹۵۷ء مرتبہ ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ شائع کردہ سندھی ادبی بورڈ کراچی۔

۲۔ سنڌي نثر جي تاريخ : خواجہ غلام علی الانا ادبیات پبلیکیشن حیدرآباد ، ۱۹۶۶ء

۳۔ سنڌي نثر جي تاريخ پروفیسر منگھارام اڌارام ملڪاڻي زیب ادبی مرکز حیدرآباد ۱۹۷۷ء

۴۔ سنڌي ادب جي مختصر تاريخ ۔ ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو ۔ زیب ادبی مرکز حیدرآباد دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۳ء

۵۔ ابیاتِ سنڌي ، حضرت خواجہ محمد زمان عام فہم سندھی شرح پیر سعید حسن مع اردو منظوم ترجمہ ڈاکٹر نجم الاسلام ۱۴۰۱ھ ۔

۶۔ درياسي ويڇار ، غلام محمد گرامی سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد ۱۹۷۷ء

اردو

۱۔ سندھی ادب پیر حسام الدین راشدی ادارہ مطبوعات پاکستان کراچی ۱۹۵۴ء

۲۔ سندھی ادب کے مختلف رجحانات ، پروفیسر محبوب علی چنہ ادارہ صالح سیریز حیدرآباد ۱۹۷۲ء

۳۔ آئینہ اولیاء ، کُل تذکرہ بزرگانِ لواری شریف ، پیر صاحب میاں فیض محمد مع اردو ترجمہ ممتاز مرزا ، دادابھائی فاؤنڈیشن کراچی ۱۹۸۹ء ۔

ریشمی خطوط

خواجہ عبدالحئی فاروقیؒ

میرٹھ کالج میں گرمی کی چھٹیاں ہوئیں تو میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی دعوت پر کلکتہ چلا گیا چند روز آپ کا مہمان رہا پھر رپن سٹریٹ میں منتقل ہو گیا۔ جہاں میرے دوست مولانا محی الدین احمد قصوری قیام پذیر تھے ان کا ارادہ تھا کہ وہ ایک روزانہ اردو اخبار جاری کریں جو حریت کا علمبردار ہو چنانچہ روزنامچہ اقدام کے نام سے اردو اخبار نکلنا شروع ہو گیا جس کے شعبہ ادارت سے ہم دونوں منسلک تھے اور مولانا آزاد مرحوم اس کی پالیسی کی نگرانی فرماتے تھے کبھی کبھی خود بھی اس کا اداریہ لکھ کر مرحمت فرما دیتے۔ حضرت مرحوم روزانہ عصر کی نماز پڑھ کر ہمارے دفتر میں تشریف لے آتے اور چائے پینے کے بعد ہم تینوں دریا کی طرف جاتے مغرب کی نماز دریا کے کنارے پڑھنے کے بعد آجاتے دو تین ماہ کے اندر اخبار کو بے پناہ قبولِ عام نصیب ہوئی اور وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا لیکن حکومت ہند کو اس کی قبولیت پسند نہ آئی اور اس نے پریس ایکٹ کے ماتحت آہستہ آہستہ سوائے بنگال کے تمام صوبوں میں بند کر دیا اس پر ہمیں مجبوراً اسے بالکل بند کر دینا پڑا۔

ایک روز مولانا محی الدین احمد قصوری اور میں دونوں بیٹھے اپنی کوٹھی میں باتیں کر رہے تھے کہ مولانا آزاد مرحوم کا پرانا ملازم بھاگتا بھاگتا آیا اور کہنے لگا کہ مولانا یاد فرماتے ہیں۔ ہم اسی وقت وہیں پہنچ گئے دیکھا کہ مولانا کے پاس ڈیفنس ایکٹ کے تحت حکومت ہند کا حکم آیا تھا کہ یہاں سے رانچی چلے جائیں۔ ان کے تمام کاغذات کی تلاشی ہو رہی تھی۔ اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو غالباً مارچ ۱۹۱۶ء کا واقعہ ہے۔

مولانا تو رانچی روانہ ہو گئے اور میں کلکتہ سے لاہور آگیا۔ ان دنوں یہاں اکھاڑہ بڈھا مل سے

ایک روزانہ اخبار "العصر" نامی نکلتا تھا میں اس کے شعبہ ادارت میں کام کرنے لگا۔ ایک روز صبح کے وقت ایک بزرگ تشریف لائے۔ ان کا تعارف اس طرح کرایا گیا کہ یہ مولانا عبداللہ العمادی ہیں میں ان کے نام نامی سے خوب واقف تھا۔ یو پی کے رہنے والے تھے بڑے پائے کے عالم تھے تاریخ اور ادب کے ماہر تھے ان کا حافظہ کمال کا تھا۔ میں ان سے اس وقت سے واقف تھا جب مولانا عبدالعلی مدراسی نے لکھنو سے البیان جاری کیا تھا اور مولانا عمادی مرحوم اس کے مدیر تھے اس کا ہر صفحہ دو کالم پر مشتمل ہوتا تھا آدھا حصہ عربی میں اور آدھا اس کا ترجمہ ہوتا تھا۔ جب یہ رسالہ بند ہوگیا تو مولانا عمادی نے الندوہ لکھنو کی ادارت سنبھال لی اور آخر میں امرتسر پہنچ کر مشہور اخبار وکیل کی ادارت کرنے لگے اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے ایک ماہوار رسالہ بھی تہذیب الاخلاق جاری کیا تھا جس میں میں میرٹھ سے ان کے پاس مضامین بھیجتا تھا۔ اس لیے ہم دونوں ایک دوسرے کو جانتے تھے لیکن ذاتی ملاقات روزنامہ العصر کے دفتر میں ہوئی پھر حیدرآباد جانے تک ہمارا اور ان کا برابر کا ساتھ رہا۔ یہی وہ بزرگ ہیں جنھیں پنجاب کیا ہندوستان میں سب سے پہلے علامہ کا خطاب دیا گیا۔ اس زمانے میں ایک تو یہ علامہ تھے دوسرے ڈاکٹر اقبال مرحوم اور دونوں کو علامہ بنانے والے مولانا ظفر علی خان مرحوم تھے۔

چند روز کے تجربہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ روزنامہ العصر لاہوری احمدیوں کا اخبار ہے اس لیے میں اس کو چھوڑ کر روزنامہ کسان میں پہنچ گیا جو کسان بلڈنگ سے نکلتا تھا۔ سردی کا موسم تھا میں ایک روز اخبار کے دفتر کی طرف جا رہا تھا کہ کسان بلڈنگ کے احاطہ کے باہر مجھے کچھ پولیس کے آدمی ملے جن میں سے اب تک ایک کا نام مجھے یاد ہے یعنی مرزا معظم بیگ جوان دنوں سی آئی ڈی کے انسپکٹر تھے انھوں نے آگے بڑھ کر مجھ سے کہا کہ آپ کی گرفتاری کے احکام جاری ہو چکے ہیں۔ آپ میرے ساتھ دہلی دروازہ کی کوتوالی میں چلیے۔ وہاں پہنچا تو مجھے یورپین حوالات میں بند کر دیا گیا اور کچھ دیر کے بعد میرا سارا سامان گھر سے منگوایا۔ اب اس وقت یہ تو یاد نہیں کہ حوالات میں کتنے روز رہا لیکن اتنا یاد ہے کہ کئی روز تک مجھ سے پولیس نے طرح طرح کے سوالات کیے جس کے جواب میں میرے پاس نفی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ ایک روز شیخ عبدالعزیز سپرنٹنڈنٹ نے مجھ تنہائی میں بلایا اور کہا کہ ریشمیں خطوط کے متعلق آپ کے پاس جتنی معلومات ہیں سب